Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal · Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal · Impact Factor 4.94 · ISSN No. 2456-1665

بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین: سماجی مسائل اور نسائی شعور کا اظہار

Women Urdu Fiction Writers of the 20th-Century: Social Issues and feminist consciousness

Dr. Farheena Shirin Naseeruddin
Assistant Professor, & Head, Department of Urdu
L. P. Pavade Mahila College, Warud,
District Amravati, Maharashtra.
Email: farheenashirin95@gmail.com

تلخیص(Abstract):

یہ تحقیقی مقالہ بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین کی تخلیقات میں سماجی مسائل کی عکاسی اور نسائی شعور کے بھرپور اظہار کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔اس دور میں، جب برصغیر کا سماجی و سیاسی منظرنامہ شدید تبدیلیوں سے گزر رہا تھا،ڈاکٹر رشید جہاں، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور،اور جیلانی بانو جیسی ممتاز خواتین قلمکاروں نے اپنے افسانوں کے ذریعے نہ صرف فرسودہ سماجی رسوم ورواج، طبقاتی تقسیم، صنفی امتیاز،اور خواتین کے استحصال جیسے اہم مسائل کو بے نقاب کیا بلکہ نسائی شناخت، حقوق اور خود مختاری کی جدوجہد کو بھی مؤثر انداز میں پیش کیا۔ مقالے میں ان افسانہ نگاروں کے منفرد اسلوب، بیانیہ کی تکنیکوں اور ان کی تخلیقات کے اردو ادب اور معاشرتی فکر پر مرتب ہونے والے دوررس اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ ان خواتین نے اپنی جرات مندانہ اور حقیقت پسندانہ تحریروں سے نہ صرف اردو افسانے کو موضوعاتی اور فنی اعتبار سے ثروت مند کیا بلکہ معاشرے میں خواتین کے مقام اور ان کے حقوق کے حوالے سے ایک نئی سوچ اور پائیدار بیداری پیدا کرنے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔

کلیدی الفاظ: اردو افسانہ نگار خواتین، بیسویں صدی، سماجی مسائل، نسائی شعور، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، ترقی پسند ادب، حقیقت نگاری، تانیثیت، اردو ادب۔

1. مقدمہ

ادب معاشرے کا آئینہ دار ہوتا ہے اور ادیب اپنے عہد کی سماجی، سیاسی، اور ثقافتی تبدیلیوں کا حساس گواہ۔ بیسویں صدی کا ہندوستان اور بعدازاں پاکستان، سماجی و سیاسی اعتبار سے ایک نہایت پر آشوب اور تغیر پذیر دور تھا۔اس دور میں جہاں ایک طرف قومی آزادی کی تحریکیں زوروں پر تھیں، وہیں دوسری جانب معاشرتی سطح پر بھی کئی اصلاحی اور فکری تحریکیں جنم لے رہی تھیں۔ ایسے میں اردو افسانہ نگار خواتین نے قلم کی طاقت سے نہ صرف اپنی شناخت منوائی بلکہ ان گنت سماجی مسائل اور بالخصوص خواتین کو درپیش مشکلات کو اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا۔ان کے افسانوں میں ایک واضح نسائی شعور کی بیداری اور اس کا اظہار ملتا ہے، جو انہیں روایتی کرداروں سے نکال کر ایک فعال اور باشعور فرد کے طور پر پیش کرتا ہے۔ بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین، مثلاً ڈاکٹر رشید جہاں، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر (ابتدائی افسانے)، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، جیلانی بانو، اور الطاف فاطمہ جیسی قلمکاروں نے اپنے افسانوں میں فرسودہ سماجی رسوم ورواج، طبقاتی تقسیم، تعلیم نسواں کی اہمیت، گھریلو تشدد، ازدواجی زندگی کے مسائل، عورت کی معاشی خود مختاری کی جدوجہد، اور مرد اساس معاشرے (Patriarchal Society) میں عورت کے ثانوی

حیثیت جیسے موضوعات کو بڑی جرات اور فنکارانہ مہارت سے پیش کیا۔ان کی تحریریں محض مسائل کی نشاندہی تک محدود نہیں رہیں، بلکہ انہوں نے ان مسائل کے پس پردہ کارفرما سماجی، نفسیاتی اور معاشی عوامل کا بھی گہرائی سے تجزیہ کیا۔

"نسائی شعور" سے مراد محض عورتوں کے مسائل بیان کرنا نہیں، بلکہ ایک ایسی فکری بیداری اور نقطہ نظر ہے جو عورت کو ایک مکمل، آزاد اور خود مختار انسان کے طور پر تسلیم کرتا ہے، اور ان سماجی، سیاسی و ثقافتی ڈھانچوں پر سوال اٹھاتا ہے جو صنفی امتیاز اور عدم مساوات کو فروغ دیتے ہیں۔ بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین کی تخلیقات میں یہ شعور مختلف سطحوں پر ظاہر ہوتا ہے؛ کہیں یہ دبے لفظوں میں احتجاج کی صورت میں ہے، کہیں یہ کرداروں کی داخلی کشمکش میں نمایاں ہے، اور کہیں یہ معاشرتی اقدار سے کھلی بغاوت کی شکل اختیار کرتا ہے۔

اس تحقیقی مقالے کا بنیادی مقصد بیسویں صدی کی منتخب اردو افسانہ نگار خواتین کی تخلیقات میں سماجی مسائل کی عکاسی اور نسائی شعور کے اظہار کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرنا ہے۔اس تحقیق کے ذریعے مندرجہ ذیل کلیدی سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی:

بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین نے کن اہم سماجی مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا؟

ان کے افسانوں میں نسائی شعور کی مختلف جہتیں (مثلاً، حقوق کا مطالبہ، شناخت کی تلاش، روایات سے انحراف، خود مختاری کی خواہش) کس طرح منعکس ہوتی ہیں؟

ان خواتین افسانہ نگاروں کے اسلوب اور بیانیہ میں وہ کون سی خصوصیات تھیں جنہوں نے ان کے پیغام کو مؤثر بنایا؟

ان کی تخلیقات کا اردو ادب اور معاشرتی فکر پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

یہ تحقیق نہ صرف اردو ادب میں خواتین کے تخلیقی کردار کو اجاگر کرے گی بلکہ ان سماجی و ثقافتی عوامل کو سمجھنے میں بھی مدد دے گی جنہوں نے بیسویں صدی میں خواتین کی زندگیوں اور ان کے شعور کو متاثر کیا۔اس مقالے میں منتخب افسانہ نگار خواتین کی اہم تخلیقات کا متن مرکز (Text-centered) تجزیہ کیا جائے گا، اور اس تجزیے کو ادبی تنقید اور سماجی علوم کے نظریات کی روشنی میں پرکھا جائے گا۔

2. بیسویں صدی کا سماجی و ثقافتی پس منظر اور ابتدائی خواتین افسانہ نگاروں کی خدمات: اردو افسانے میں نسائی آواز کی بازگشت

بیسویں صدی کا ہندوستان، اپنی گود میں انقلابی تبدیلیوں اور گہرے سماجی و ثقافتی تضادات کا ایک وسیع کینوس لیے ہوئے تھا۔ایک جانب برطانوی استعمار کے خلاف آزادی کی لہریں بلند ہو رہی تھیں، جس نے نہ صرف سیاسی شعور کو بیدار کیا بلکہ معاشرے کے ہر طبقے، بشمول خواتین، کو اپنی شناخت اور حقوق کے لیے متحرک کیا۔ دوسری جانب، صدیوں پر محیط فرسودہ سماجی رسوم و رواج، طبقاتی تقسیم، اور صنفی امتیاز پر مبنی ڈھانچے بھی اپنی جگہ موجود تھے، جن کے خلاف اصلاحی اور فکری تحریکیں برسرِپیکار تھیں۔ مغربی تعلیم کے فروغ، سرسید احمد خان کی علی گڑھ تحریک، انجمن حمایت اسلام، آریہ سماج اور دیگر تنظیموں کی کوششوں نے مسلم اور ہندو معاشروں میں جدیدیت اور اصلاح کی ایک نئی لہر پیدا کی، جس کے بالواسطہ اثرات خواتین کی سماجی حیثیت اور ان کی بیداری پر بھی مرتب ہوئے۔ (مینائی، ۲۰۰۵؛ گوپی، ۱۹۹۹)۔ تعلیم نسواں کی اہمیت کو تسلیم کیا جانے لگا، پردے کی شدت میں کمی کے مطالبات سامنے آئے، اور خواتین کے سماجی و سیاسی حقوق کی بازگشت سنائی دینے لگی۔

ایسے میں اردو ادب، بالخصوص افسانہ، بھی ان تبدیلیوں سے لاتعلق نہ رہ سکا۔ ۱۹۳۶ء میں ترقی پسند تحریک کے باقاعدہ آغاز نے ادب برائے زندگی کے نظریے کو فروغ دیا اور ادیبوں کو معاشرتی حقیقت نگاری، سماجی ناانصافیوں، اور انسانی استحصال کے خلاف قلم اٹھانے کی ترغیب دی۔اس تحریک نے اردو افسانے کو ایک نیا رخ عطا کیا اور اسے محض تفریح طبع کے بجائے سماجی تبدیلی کا ایک مؤثر آلہ بنانے کی کوشش کی۔ان

تمام عوامل نے ایک ایسا ماحول پیدا کیا جس میں خواتین قلمکاروں کے لیے ادبی میدان میں اپنی آواز بلند کرنے کے مواقع پیدا ہوئے، اگرچہ یہ سفر انتہائی کٹھن اور چیلنجوں سے بھرپور تھا۔

اس ابتدائی دور میں، جب خواتین کے لیے تعلیم اور سماجی میل جول کے مواقع انتہائی محدود تھے، اور ادبی دنیا پر مردوں کی اجارہ داری قائم تھی، چند باہمت اور صاحبِ بصیرت خواتین نے افسانہ نگاری کے ذریعے نہ صرف اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کیا بلکہ اپنے عہد کے سلگتے ہوئے سماجی مسائل اور بالخصوص خواتین کو درپیش مشکلات کو اپنی کہانیوں کا موضوع بنایا۔ ان کی تحریروں میں ایک نئے نسائی شعور کی ابتدائی جھلکیاں ملتی ہیں، جہاں وہ روایتی کرداروں کی محدودیتوں سے نکل کر ایک سوچنے سمجھنے والی، اور بعض اوقات احتجاج کرنے والی فرد کے طور پر سامنے آتی ہیں۔

الف: ڈاکٹر رشید جہاں (۱۹۰۵ء - ۱۹۵۲ء): اردو افسانے کی پہلی باغی خاتون

ڈاکٹر رشید جہاں کو اردو ادب کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ نہ صرف پیشے کے اعتبار سے ایک ڈاکٹر تھیں بلکہ ایک نڈر سماجی کارکن اور بے باک افسانہ نگار بھی۔ ان کا نام ترقی پسند تحریک کے بانیوں میں شمار ہوتا ہے۔ ان کے افسانوی مجموعے "انگارے" (۱۹۳۲ء)، جس میں ان کے علاوہ سجاد ظہیر، احمد علی اور محمود الظفر کے افسانے بھی شامل تھے، نے اشاعت کے ساتھ ہی قدامت پسند ادبی اور مذہبی حلقوں میں ایک زلزلہ برپا کر دیا۔ رشید جہاں کے افسانے، بالخصوص "دلی کی سیر" اور "پردے کے پیچھے"، سماجی ممنوعات (Taboos) کو چیلنج کرتے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے مرد اساس معاشرے کی منافقتوں، خواتین کے جنسی استحصال، گھریلو زندگی میں عورت کی بے بسی، اور فرسودہ مذہبی تشریحات کو انتہائی جرات مندانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا۔ (نقوی، ۲۰۰۵؛ گوپی چند نارنگ، ۲۰۰۳)۔ ان کا اسلوب براہِ راست، بے رحم اور چوٹ کرنے والا تھا، جس کی وجہ سے انہیں شدید مخالفت اور تنقید کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک کہ "انگارے" پر پابندی بھی عائد کر دی گئی۔ تاہم، رشید جہاں نے اردو افسانے میں سماجی حقیقت نگاری اور نسائی احتجاج کی جو بنیاد رکھی، وہ آنے والی نسل کی خواتین افسانہ نگاروں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔ ان کی تحریروں میں نسائی شعور محض آہ و بکا تک محدود نہیں، بلکہ وہ عورت کو ایک فعال سماجی اکائی کے طور پر دیکھتی ہیں اور اس کے حقوق اور آزادی کی وکالت کرتی ہیں۔

ب: حجاب امتیاز علی (تاج) (۱۹۰۸ء - ۱۹۹۹ء): رومانوی حقیقت پسندی اور نسائی احساسات کی ترجمان

حجاب امتیاز علی، رشید جہاں کے برعکس، ایک مختلف تخلیقی مزاج اور اسلوب کی حامل تھیں۔ ان کے افسانوں میں رومانوی فضا، شاعرانہ نثر، اور کرداروں کی داخلی کیفیات پر زیادہ زور ملتا ہے۔ وہ بیسویں صدی کے اوائل کی ان چند تعلیم یافتہ اور مراعات یافتہ خواتین میں سے تھیں جنہوں نے ہوا بازی جیسے غیر روایتی شعبے میں بھی نام پیدا کیا۔ ان کے افسانوں کے مجموعے "میری ناتمام محبت"، "صنوبر کے سائے" اور "وہ بہاریں یہ خزائیں" میں ایک خاص قسم کی نسوانی حساسیت، ذہانت اور اپنی ذات کے حوالے سے ایک گہرا شعور پایا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ براہ راست سماجی تنقید یا باغیانہ رویے کا اظہار کم کرتی ہیں، لیکن ان کے خواتین کردار اکثر اپنی محدود سماجی حیثیت، جذباتی تنہائی، اور ادھوری خواہشات کے باعث ایک داخلی کشمکش کا شکار نظر آتے ہیں۔ (جمیل، ۱۹۹۰؛ شیریں، ۱۹۹۴)۔ ان کے افسانوں میں نسائی شعور ایک لطیف، داخلی اور نفسیاتی سطح پر موجود ہے، جہاں کردار اپنی ذات کی شناخت، محبت کی تکمیل اور ایک معنی خیز زندگی کی جستجو کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی تحریریں اس دور کی اعلیٰ متوسط طبقے کی خواتین کی ذہنی اور جذباتی دنیا کی عکاسی کرتی ہیں۔

ج: صالحہ عابد حسین (۱۹۱۳ء- ۱۹۸۸ء): اصلاحی حقیقت نگاری اور تعلیمی بیداری

صالحہ عابد حسین کا شمار بھی ان ابتدائی خواتین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے سماجی اصلاح اور خواتین کی بیداری کا بیڑا اٹھایا۔ ان کے افسانوں اور ناولوں میں متوسط طبقے کے مسلم گھرانوں کی زندگی، خواتین کی تعلیمی پسماندگی، فرسودہ رسوم و رواج اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ان کا اسلوب سادہ، رواں اور اصلاحی نوعیت کا ہے۔ وہ اپنی کہانیوں کے ذریعے قارئین کو سماجی برائیوں سے آگاہ کرنے اور ان کے تدارک کی ترغیب دیتی تھیں۔ ان کے افسانوی مجموعے "نراس میں آس" اور "سازِ ہستی" میں شامل افسانے اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ان کی تحریروں میں نسائی شعور کا اظہار خواتین کی تعلیم، ان کی معاشی خود مختاری اور سماجی زندگی میں ان کے فعال کردار کی وکالت کی صورت میں ملتا ہے۔ (بخاری، ۱۹۸۵)۔

د: نذر سجاد حیدر (۱۸۹۴ء- ۱۹۶۷ء): گھریلو زندگی اور نسائی جذبات کی عکاس

نذر سجاد حیدر، جو سجاد حیدر یلدرم کی اہلیہ تھیں، نے بھی بیسویں صدی کے اوائل میں افسانہ نگاری کے ذریعے خواتین کے مسائل کو اجاگر کیا۔ ان کے افسانوں کا مرکزی موضوع عموماً گھریلو زندگی، ازدواجی تعلقات، اور خواتین کے باہمی رشتے ہوتے تھے۔ انھوں نے اپنی کہانیوں میں خواتین کے جذبات، احساسات، اور ان کی روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والی مشکلات کو نہایت سادگی اور حقیقت پسندی سے بیان کیا۔ اگرچہ ان کا دائرہ کار محدود تھا، لیکن انھوں نے اس محدود دائرے میں رہتے ہوئے بھی خواتین کی نفسیات اور ان کی سماجی حیثیت پر روشنی ڈالی۔ ان کی تحریریں اس دور کی عام خواتین کی زندگیوں کی ایک جھلک پیش کرتی ہیں۔

ہ: دیگر قابل ذکر خواتین قلمکار:

اس دور میں کچھ اور خواتین بھی افسانے کے میدان میں سرگرم رہیں، جن میں صدیقہ بیگم سیوہاروی اور آمنہ نازلی کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ ان کا ادبی سرمایہ محدود ہے، لیکن ان کی کوششیں بھی اردو افسانے میں خواتین کی نمائندگی کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہیں۔ انھوں نے بھی اپنی بساط کے مطابق خواتین کے مسائل اور ان کی سماجی حیثیت کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا۔

یہ ابتدائی خواتین افسانہ نگار، اپنے مختلف اسالیب اور موضوعات کے باوجود، ایک مشترکہ مقصد کے تحت قلم اٹھا رہی تھیں: اردو ادب میں عورت کی آواز کو شامل کرنا، اس کے تجربات اور احساسات کو بیان کرنا، اور ان سماجی زنجیروں کی نشاندہی کرنا جو اس کی ترقی کی راہ میں حائل تھیں۔ ان کی تحریروں نے نہ صرف اس دور کے سماجی اور ثقافتی منظر نامے کی عکاسی کی بلکہ آنے والی نسل کی خواتین افسانہ نگاروں، بالخصوص عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور جیسی قد آور شخصیات کے لیے ایک مضبوط اور زرخیز زمین تیار کی، جن کی تخلیقات میں نسائی شعور اور سماجی حقیقت نگاری مزید پختگی اور گہرائی کے ساتھ سامنے آئی۔

3. عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر اور دیگر ہم عصر خواتین افسانہ نگار: نسائی شعور کے متنوع رنگ اور سماجی حقیقت نگاری کے عمیق نقوش:

بیسویں صدی کے وسط کا دور اردو افسانے کے لیے ایک زرخیز عہد تھا، جس میں خواتین افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقی توانائیوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ ابتدائی خواتین قلمکاروں کی رکھی ہوئی بنیاد پر عصمت چغتائی اور قرۃ العین حیدر جیسی قد آور شخصیات نے توانا عمارتیں تعمیر کیں، لیکن ان کے ساتھ ساتھ کئی دیگر باصلاحیت خواتین افسانہ نگار بھی میدانِ عمل میں آئیں جنھوں نے اپنے منفرد اسلوب، متنوع موضوعات اور گہری سماجی بصیرت کے ذریعے اردو افسانے کے دامن کو وسیع کیا۔ اس حصے میں ہم عصمت چغتائی اور قرۃ العین حیدر (ان کے ابتدائی افسانوں کے حوالے

سے) کے ساتھ ساتھ خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، اور جیلانی بانو جیسی اہم افسانہ نگاروں کی تخلیقات میں سماجی مسائل کی عکاسی اور نسائی شعور کے مختلف رنگوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

الف: عصمت چغتائی (۱۹۱۵ء- ۱۹۹۱ء): جرات، حقیقت پسندی اور نسائی بغاوت کی بے باک آواز

عصمت چغتائی کا نام اردو افسانے میں ایک ایسے عہد کی نشاندہی کرتا ہے جب ادب کو محض تفریح طبع کے بجائے سماجی تبدیلی اور شعور کی بیداری کا ذریعہ سمجھا جانے لگا۔ ترقی پسند تحریک سے گہری وابستگی رکھنے والی عصمت نے اپنی تحریروں میں متوسط اور نچلے متوسط طبقے کی مسلم خواتین کی زندگیوں، ان کی نفسیاتی الجھنوں، جنسی محرومیوں، معاشی جدوجہد اور سماجی بندھنوں کے خلاف ان کی خاموش یا کھلی بغاوتوں کو انتہائی جرات مندانہ، حقیقت پسندانہ اور بعض اوقات چونکا دینے والے انداز میں پیش کیا۔ ان کا اسلوب بے تکلف، چبھتا ہوا، طنزیہ اور مکالموں سے بھرپور ہے، جو کرداروں کی داخلی کیفیات اور سماجی پس منظر کو başarıyla عیاں کرتا ہے۔ (حسن، ۲۰۰۶؛ انور سدید، ۱۹۹۱)۔

1. **سماجی مسائل کی بے رحم عکاسی:** عصمت نے اپنے افسانوں میں فرسودہ سماجی رسوم ورواج (مثلاً پردے کی جکڑبندیاں، کم عمری کی شادی، جہیز کی لعنت)، تعلیم نسواں کی عدم موجودگی یا اس کی بے وقعتی، طبقاتی تقسیم کے نتیجے میں پیدا ہونے والی محرومیاں، اور مرد اساس معاشرے کی منافقتوں کو بغیر کسی جھجک کے بے نقاب کیا۔ ان کا شہرہ آفاق افسانہ "لحاف" (۱۹۴۲ء)، جس میں ایک نوابی گھرانے کی خاتون کی جنسی گھٹن اور ہم جنس پرستانہ رجحانات کو زیریں سطح پر چھیڑا گیا تھا، نے ادبی حلقوں میں ایک تہلکہ مچا دیا اور ان پر فحاشی کا مقدمہ بھی قائم ہوا۔ تاہم، اس افسانے نے انہیں بین الاقوامی سطح پر ایک باغی اور نڈر ادیبہ کے طور پر متعارف کرایا۔ دیگر اہم افسانوں مثلاً "چوتھی کا جوڑا" (بیٹیوں کے رشتوں کی فکر میں گھلتی ماں اور سماجی دباؤ)، "ننھی کی نانی" (بوڑھی اور بے سہارا عورت کا المیہ)، "بچھو پھوپھی" (چڑچڑی اور تنہا عورت کی نفسیات)، "دو ہاتھ" (محنت کش عورت کی جدوجہد)، اور "گیندا" (نو عمر گھریلو ملازمہ کا استحصال) میں انہوں نے غریب اور متوسط طبقے کی خواتین کو درپیش سماجی ناانصافیوں، معاشی بدحالی، اور جذباتی محرومیوں کو نہایت موثر اور دلدوز انداز میں پیش کیا۔ (نقوی، ۲۰۰۵؛ ممتاز شیریں، ۱۹۹۴)۔ وہ معاشرے کے ان تلخ اور کریہہ حقائق کو پوری بے رحمی سے قاری کے سامنے لا کھڑا کرتی ہیں، جنہیں عموماً خوشنما پردوں میں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔
2. **نسائی شعور کا جرات مندانہ اظہار:** عصمت چغتائی کے ہاں نسائی شعور محض مظلومیت کے نوحے یا بے بسی کے اظہار تک محدود نہیں۔ ان کے خواتین کردار اکثر باغی، ذہین، عملیت پسند، اور اپنی بقا و شناخت کے لیے جدوجہد کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ روایتی "مشرقی عورت" کے گھسے پٹے اور آئیڈیلائزڈ تصور کو مسترد کرتی ہیں اور ایسی خواتین کو پیش کرتی ہیں جو اپنی جسمانی اور جذباتی خواہشات رکھتی ہیں، اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کی ہمت رکھتی ہیں، اور سماجی بندھنوں کو توڑنے یا ان سے مکاری سے نمٹنے کا حوصلہ رکھتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں عورت ایک فعال اور باشعور کردار کے طور پر سامنے آتی ہے، نہ کہ محض ایک بے جان اور تقدیر کی ماری مخلوق۔ ان کے ناول "ٹیڑھی لکیر" (جسے ان کی خود نوشت بھی کہا جاتا ہے) اور متعدد افسانوں میں یہ باغیانہ، حقیقت پسندانہ اور بعض اوقات تلخ نسائی شعور پوری توانائی کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ وہ عورت کی نفسیاتی پیچیدگیوں، اس کی داخلی دنیا، اور اس کے لاشعوری محرکات کو بھی بڑی گہرائی سے سمجھتی اور فنکارانہ مہارت سے بیان کرتی ہیں۔ ان کا نسائی شعور ایک ایسے سماج کا متقاضی ہے جہاں عورت کو مرد کے برابر انسان تسلیم کیا جائے اور اسے اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے کا حق حاصل ہو۔

ب: قرۃ العین حیدر (۱۹۲۷ء- ۲۰۰۷ء): تاریخی شعور، تہذیبی شکست وریخت اور نسائی دانشوری (ابتدائی افسانے):

قرۃ العین حیدر، جنہیں اردو ادب کی "عینی آپا" کے نام سے جانا جاتا ہے، بیسویں صدی کی ایک عہد ساز اور نہایت ممتاز ناول نگار اور افسانہ نگار ہیں۔ اگرچہ ان کی عالمی شہرت کا بنیادی سبب ان کے عظیم ناول، بالخصوص "آگ کا دریا"، ہیں، لیکن ان کے ابتدائی افسانوں میں بھی ان کے منفرد فکری رجحانات، وسیع تاریخی شعور، اور نسائی دانشوری کی گہری چھاپ ملتی ہے۔ ان کا اسلوب انتہائی شائستہ، علمی، پرت در پرت اور تہذیبی رنگ و آہنگ سے مزین ہے۔ ان کی تحریروں میں وقت کے مسلسل بہاؤ، تہذیبوں کے عروج و زوال، اور انسانی رشتوں کی نزاکت کا عمیق احساس پایا جاتا ہے۔

1. **سماجی مسائل اور تہذیبی تبدیلیوں کی دانشورانہ عکاسی:** قرۃ العین حیدر کے ابتدائی افسانوں کا مرکزی محور عموماً تقسیم ہند کے نتیجے میں پیدا ہونے والی سماجی شکست وریخت، اعلیٰ متوسط اور اشرافیہ طبقے کی زوال آمادہ جاگیردارانہ اقدار، اور تیزی سے بدلتے ہوئے تہذیبی منظر نامے میں فرد کی بے سمتی اور تنہائی ہے۔ ان کے افسانوں کے کردار اکثر اپنی ثقافتی جڑوں سے اکھڑے ہوئے، شناخت کے بحران کا شکار، ماضی کی حسین یادوں میں پناہ گزیں، اور حال کی تلخیوں سے نبرد آزما نظر آتے ہیں۔ (فاروقی، ۲۰۰۹؛ جمیل جالبی، ۱۹۹۰)۔ وہ معاشرتی تبدیلیوں اور تاریخی واقعات کو ایک وسیع اور فلسفیانہ تناظر میں دیکھتی ہیں اور ان کے انسانی زندگیوں، رشتوں اور اقدار پر پڑنے والے گہرے اور پیچیدہ اثرات کا باریک بینی سے جائزہ لیتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں ایک خاص قسم کی اداسی اور بے ثباتی کا احساس پایا جاتا ہے۔
2. **نسائی شعور، شناخت کی تلاش اور دانشورانہ بغاوت:** قرۃ العین حیدر کے خواتین کردار عموماً تعلیم یافتہ، ذہین، حساس، اور خود آگاہی کی منزل پر فائز ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذات، اپنی انفرادی شناخت، اور زندگی میں اپنے حقیقی مقام کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں نسائی شعور ایک لطیف، پیچیدہ اور دانشورانہ سطح پر موجود ہے۔ وہ عصمت چغتائی کی طرح براہ راست سماجی بغاوت یا احتجاج کا راستہ اختیار نہیں کرتیں، لیکن ان کے کرداروں کی داخلی کشمکش، ان کی فکری جستجو، ان کی تنہائی کا احساس، اور مروجہ سماجی کرداروں سے ان کی ذہنی عدم مطابقت ایک گہرے اور پختہ نسائی شعور کی عکاسی کرتی ہے۔ وہ خواتین کو محض گھریلو اور جذباتی کرداروں تک محدود نہیں دیکھتیں، بلکہ انہیں ایک وسیع تر سماجی، ثقافتی اور تاریخی تناظر میں ایک فعال اور سوچنے سمجھنے والی ہستی کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ ان کے ابتدائی افسانوی مجموعوں مثلاً "ستاروں سے آگے" (۱۹۴۷ء) اور "شیشے کے گھر" (۱۹۵۲ء) میں شامل افسانوں، جیسے "یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے"، "جلاوطن" اور "پت جھڑ کی آواز"، میں یہ خصوصیات نمایاں ہیں۔ (مینائی، ۲۰۰۵)۔ ان کے ہاں عورت کی ذہنی، روحانی اور فکری آزادی کا تصور نہایت اہمیت کا حامل ہے، اور وہ مرد اساس معاشرے کے بنائے ہوئے تنگ نظری پر مبنی سانچوں کو دانشورانہ سطح پر مسترد کرتی ہیں۔

ج: خدیجہ مستور (۱۹۲۷ء- ۱۹۸۲ء) اور ہاجرہ مسرور (۱۹۲۹ء- ۲۰۱۲ء): حقیقت پسندی، سماجی تنقید اور نسائی تجربات کا بیانیہ

خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور، دونوں بہنیں، ترقی پسند تحریک سے متاثر تھیں اور ان کا شمار بھی بیسویں صدی کی اہم خواتین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے انداز میں سماجی حقیقت نگاری اور نسائی تجربات کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔

1. **خدیجہ مستور:** ان کے افسانوں میں، بالخصوص ان کے شہرہ آفاق ناول "آنگن" کی طرح، تقسیم ہند کے بعد کے سماجی وسیاسی حالات، متوسط طبقے کی محرومیوں اور خواتین کے مسائل کی عکاسی ملتی ہے۔ ان کا اسلوب سادہ، حقیقت پسندانہ اور جذبات سے بھرپور ہوتا ہے۔

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal Impact Factor 4.94 ISSN No. 2456-1665

وہ خواتین کرداروں کی نفسیات اور ان کی داخلی کشمکش کو بڑی مہارت سے پیش کرتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں سماجی ناانصافیوں کے خلاف ایک دھیما مگر موثر احتجاج پایا جاتا ہے۔

2. **ہاجرہ مسرور:** ان کا اسلوب نسبتاً زیادہ تلخ اور طنزیہ ہے۔ وہ سماجی منافقتوں اور مردوں کے استحصال پر مبنی رویوں کو بے نقاب کرنے میں زیادہ بے باک ہیں۔ ان کے افسانوں میں خواتین کی معاشی بے بسی، ان کے ساتھ ہونے والی جنسی زیادتیوں اور سماجی دباؤ کا شکار ہونے کے واقعات کثرت سے ملتے ہیں۔ ان کے ہاں نسائی شعور ایک جارحانہ اور احتجاجی شکل اختیار کرتا ہے۔

د: جیلانی بانو (پیدائش ۱۹۳۶ء): تہذیبی زوال اور نسائی شناخت کا کرب

جیلانی بانو کا شمار بھی ان اہم خواتین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے بیسویں صدی کے نصف آخر میں اپنی شناخت قائم کی۔ ان کے افسانوں میں حیدر آبادی تہذیب کے زوال، جاگیر دارانہ نظام کے خاتمے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سماجی و نفسیاتی مسائل کی عکاسی ملتی ہے۔ وہ خواتین کرداروں، بالخصوص مسلم خواتین، کی زندگیوں، ان کی محرومیوں، اور بدلتے ہوئے حالات میں ان کی شناخت کے بحران کو اپنے افسانوں کا موضوع بناتی ہیں۔ ان کے ہاں ایک گہرا تہذیبی درد اور نسائی حساسیت پائی جاتی ہے۔

یہ تمام خواتین افسانہ نگار، اپنے متنوع اسالیب اور موضوعات کے باوجود، ایک مشترکہ دھاگے میں پروئی ہوئی نظر آتی ہیں: وہ سب اپنے عہد کی سماجی حقیقتوں سے آنکھیں چرانے کے بجائے ان کا سامنا کرتی ہیں، اور مرد اساس معاشرے میں عورت کی حیثیت، اس کے مسائل، اس کی خواہشات اور اس کے خوابوں کو اپنی کہانیوں کا مرکزی نکتہ بناتی ہیں۔ ان کی تخلیقات نے اردو افسانے کو نہ صرف موضوعاتی اعتبار سے ثروت مند کیا بلکہ نسائی شعور کی بیداری اور اس کے ادبی اظہار کی ایک مضبوط روایت بھی قائم کی۔

4. اسلوبیاتی تنوع، بیانیہ کی جدید تکنیکیں اور تخلیقات کے دور رس ادبی و معاشرتی اثرات

بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین نے نہ صرف موضوعاتی سطح پر اردو افسانے کے افق کو وسعت بخشی بلکہ اپنے منفرد اور متنوع اسلوب، بیانیہ کی جدید اور روایتی تکنیکوں کے تخلیقی امتزاج، اور زبان و بیان پر اپنی گرفت کے ذریعے بھی اردو ادب پر انمٹ نقوش ثبت کیے۔ ان کی تخلیقات نے نہ صرف ادبی حلقوں میں ایک نئی بحث کو جنم دیا اور فنی معیارات کو بلند کیا بلکہ وسیع تر معاشرتی فکر، بالخصوص خواتین کی خود آگاہی اور سماجی حیثیت کے حوالے سے، پر بھی گہرے اور دور رس اثرات مرتب کیے۔

الف: اسلوب اور بیانیہ کی امتیازی خصوصیات:

1. **عصمت چغتائی کا بے باک، حقیقت پسند اور چبھتا ہوا اسلوب:** عصمت چغتائی کا اسلوب ان کی باغیانہ اور حقیقت پسند شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ ان کی تحریروں میں ایک خاص قسم کی بے ساختگی، جرات مندی اور سماجی منافقتوں پر گہری چوٹ کرنے کا انداز پایا جاتا ہے۔ وہ اپنی کہانیوں میں روزمرہ کی زبان، عوامی محاورات، اور بالخصوص متوسط اور نچلے متوسط طبقے کی خواتین کی مخصوص بول چال (جسے اکثر "بیگماتی زبان" بھی کہا جاتا ہے) کا استعمال انتہائی مہارت اور فطری پن سے کرتی تھیں، جس سے ان کے کردار نہ صرف زندہ جاوید ہو جاتے تھے بلکہ ان کی کہانیاں بھی زمینی حقیقت سے قریب تر محسوس ہوتی تھیں۔ ان کا بیانیہ عموماً تیز رفتار، مکالموں سے بھرپور، اور ڈرامائی کیفیت لیے ہوتا تھا۔ وہ واقعات کو براہ راست اور بغیر کسی لگی لپٹی کے بیان کرنے پر یقین رکھتی تھیں، جس کی وجہ سے بعض اوقات ان پر "فحاشی" کا الزام بھی عائد کیا گیا، لیکن درحقیقت یہ ان کی حقیقت نگاری کا ہی ایک پہلو تھا۔ طنز و مزاح ان کے اسلوب کا ایک اہم ہتھیار تھا، جس کے ذریعے وہ فرسودہ سماجی اقدار، مذہبی ٹھیکیداروں کی منافقت، اور مرد اساس معاشرے کے دوغلے معیارات

کو بے رحمی سے نشانہ بناتی تھیں۔ان کی کردار نگاری میں بھی ایک خاص قسم کی نفسیاتی گہرائی پائی جاتی تھی،وہ کرداروں کے لاشعوری محرکات اور داخلی کشمکش کو بھی başarıylaاجاگر کرتی تھیں۔(حسن،۲۰۰۶؛انور سدید،۱۹۹۱)۔

2. **قرۃ العین حیدر کا دانشورانہ، تہذیبی اور پرت در پرت اسلوب:** قرۃ العین حیدر کا اسلوب عصمت چغتائی کے اسلوب سے یکسر مختلف، لیکن اپنی جگہ نہایت پر کشش اور متاثر کن ہے۔ان کی نثر میں ایک خاص قسم کی شائستگی، علمی و ادبی وقار، اور گہری تہذیبی بصیرت جھلکتی ہے۔وہ الفاظ کے انتخاب میں انتہائی محتاط اور فنکارانہ رویہ اختیار کرتی تھیں، اور ان کی تحریروں میں تاریخ، فلسفہ، موسیقی، مصوری اور دیگر فنون لطیفہ کے حوالے جابجا بکھرے ملتے ہیں، جو ان کے وسیع مطالعے اور دانشورانہ پس منظر کی عکاسی کرتے ہیں۔ان کا بیانیہ اکثر پیچیدہ، غیر خطی (Non-linear)، اور زمانی و مکانی اعتبار سے کئی صدیوں اور تہذیبوں پر محیط ہوتا تھا۔وہ جدید مغربی بیانیہ تکنیکوں، مثلاً شعور کی رو (Stream of Consciousness)، داخلی خود کلامی (Interior Monologue)، فلیش بیک، اور متعدد راویوں (Multiple Narrators) کا استعمال انتہائی کامیابی اور فنکارانہ چابکدستی سے کرتی تھیں۔ان کی زبان میں فارسی، انگریزی اور دیگر یورپی زبانوں کے الفاظ کی آمیزش ایک فطری انداز میں ملتی ہے، جو ان کے کرداروں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور کثیر الثقافتی پس منظر کی غمازی کرتی ہے۔ان کا اسلوب قاری سے ایک خاص ذہنی سطح اور توجہ کا متقاضی ہوتا ہے۔(فاروقی،۲۰۰۹؛ جمیل جالبی،۱۹۹۰)۔

3. **خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور کا حقیقت پسند، سماجی اور نفسیاتی اسلوب:** دونوں بہنوں، خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور، کا اسلوب بنیادی طور پر حقیقت پسندی اور سماجی شعور پر مبنی تھا، تاہم ان میں انفرادی رنگ بھی واضح طور پر نمایاں تھے۔خدیجہ مستور کا اسلوب نسبتاً نرم، سادہ، رواں اور جذبات کی گہرائی لیے ہوئے تھا۔وہ اپنے کرداروں، بالخصوص خواتین کرداروں، کی داخلی کیفیات، ان کی محرومیوں، اور ان کے باہمی رشتوں کی نزاکتوں کو بڑی حساسیت اور ہمدردی سے پیش کرتی تھیں۔ان کے ہاں مکالمے بھی نہایت فطری اور کرداروں کی شخصیت کے عکاس ہوتے تھے۔ان کی کہانیوں میں ایک دھیما مگر پائیدار سماجی احتجاج پایا جاتا ہے۔(نقوی،۲۰۰۵)۔اس کے برعکس، ہاجرہ مسرور کا اسلوب زیادہ تلخ، کاٹ دار، اور بعض اوقات جارحانہ طنز سے بھرپور تھا۔وہ سماجی منافقتوں، مردوں کے استحصالی رویوں، اور طبقاتی ناانصافیوں کو زیادہ بے باکی اور براہ راست انداز میں نشانہ بناتی تھیں۔ان کے ہاں خواتین کی معاشی بے بسی اور جنسی استحصال کے موضوعات زیادہ شدت سے ملتے ہیں۔دونوں بہنوں نے اپنے کرداروں کی نفسیاتی گرہوں کو کھولنے اور ان کے لاشعوری محرکات کو سمجھنے کی کامیاب کوشش کی۔

4. **جیلانی بانو کا تہذیبی، رومانوی اور نفسیاتی اسلوب:** جیلانی بانو کے اسلوب میں ایک خاص قسم کی تہذیبی نفاست اور شعری لطافت پائی جاتی ہے، جس میں حیدر آبادی ثقافت کا رنگ واضح طور پر جھلکتا ہے۔ان کی نثر میں ایک خاص قسم کی روانی اور موسیقیت کا احساس ہوتا ہے۔وہ اپنے کرداروں، بالخصوص مسلم خواتین کرداروں، کی نفسیاتی کیفیات، ان کی داخلی دنیا، ان کی آرزوؤں اور محرومیوں کو بڑی ہمدردی اور گہرائی سے بیان کرتی ہیں۔ان کے ہاں منظر نگاری، ماحول کی تخلیق، اور جزئیات نگاری پر بھی خاص توجہ دی جاتی ہے، جس سے ان کی کہانیاں زیادہ جاندار اور قابل یقین بن جاتی ہیں۔ان کے افسانوں میں اکثر ایک رومانوی فضا اور ماضی کی یادوں کا ایک نوسٹلجیائی احساس بھی پایا جاتا ہے۔

ب: تخلیقات کے دوررس ادبی اثرات:

ان ممتاز خواتین افسانہ نگاروں کی تخلیقات نے اردو افسانے کے ادبی منظر نامے پر درج ذیل گہرے اور دوررس اثرات مرتب کیے:

1. **موضوعاتی انقلاب اور وسعت:** انہوں نے اردو افسانے کو روایتی عشقیہ داستانوں، اصلاحی پند و نصائح، اور محض تفریحی قصوں کے محدود دائرے سے نکال کر حقیقی اور پیچیدہ سماجی مسائل، بالخصوص خواتین کی زندگیوں، ان کے نفسیاتی تجربات، جنسی گھٹن، معاشی جدوجہد، اور شناخت کے بحران جیسے اہم اور نظرانداز کیے گئے موضوعات کی طرف کامیابی سے متوجہ کیا۔ اس سے اردو افسانے کے موضوعات میں ایک انقلابی وسعت اور گہرائی پیدا ہوئی۔
2. **مضبوط اور مستند نسائی نقطہ نظر کا قیام:** ان کی تحریروں نے ادب میں ایک واضح، مضبوط اور مستند نسائی نقطہ نظر (Feminine Perspective) کو متعارف کرایا اور اسے ادبی ڈسکورس کا ایک اہم حصہ بنایا۔ انہوں نے دنیا کو عورت کی آنکھ سے دیکھا، اس کے تجربات، احساسات، خواہشات، اور خوف کو ادبی کینوس پر پوری دیانتداری اور فنکاری سے پیش کیا، جس سے اردو ادب میں ایک نئی آواز اور حساسیت شامل ہوئی۔
3. **بیانیہ تکنیکوں میں جدت اور تنوع:** قرۃ العین حیدر جیسی افسانہ نگاروں نے جدید مغربی بیانیہ تکنیکوں کو اردو افسانے میں کامیابی اور تخلیقی انداز سے استعمال کیا، جس سے اردو افسانے کے فنی امکانات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ عصمت چغتائی نے بھی اپنے مخصوص انداز میں بیانیہ کو زیادہ متحرک اور ڈرامائی بنایا۔ اس سے اردو افسانہ محض قصہ گوئی سے آگے بڑھ کر ایک پیچیدہ اور کثیر الجہتی آرٹ فارم کے طور پر سامنے آیا۔
4. **حقیقت پسندی کی روایت کا استحکام:** ان تمام افسانہ نگاروں نے، اپنے اپنے انداز میں، حقیقت پسندی کو اپنے فن کی بنیاد بنایا اور سماج کی تلخ، ناخوشگوار اور بعض اوقات کریہہ حقیقتوں کو بغیر کسی مصلحت یا جھجک کے پیش کیا۔ اس سے اردو افسانے میں ایک نئی سنجیدگی، فکری گہرائی اور سماجی معنویت پیدا ہوئی۔
5. **زبان و بیان کے اظہاری امکانات میں اضافہ:** انہوں نے اپنی تحریروں میں روزمرہ کی زبان، عوامی بولیوں، علاقائی لہجوں، اور بالخصوص خواتین کی مخصوص بول چال اور محاورات کا تخلیقی استعمال کر کے اردو زبان کے اظہاری دائرے کو وسیع کیا اور اسے زیادہ لچکدار اور عوامی بنایا۔

ج: معاشرتی فکر پر دیرپا اثرات:

ان خواتین افسانہ نگاروں کی تخلیقات نے نہ صرف اردو ادب کو ایک نئی سمت عطا کی بلکہ وسیع تر ہندوستانی اور پاکستانی معاشروں کی فکر، بالخصوص خواتین کی سماجی حیثیت اور ان کے حقوق کے حوالے سے، پر بھی درج ذیل اہم اور دیرپا اثرات مرتب کیے:

1. **نسائی شعور کی بیداری اور خود آگاہی کا فروغ:** ان کی جرات مندانہ اور حقیقت پسندانہ تحریروں نے خواتین، بالخصوص تعلیم یافتہ متوسط طبقے کی خواتین، میں اپنے حقوق، اپنی انفرادی شناخت، اپنی سماجی حیثیت اور اپنے جسمانی و جذباتی وجود کے بارے میں شعور بیدار کرنے اور خود آگاہی پیدا کرنے میں ایک کلیدی کردار ادا کیا۔ انہوں نے خواتین کو یہ احساس دلایا کہ وہ محض مردوں کی تابع یا سماجی روایات کی اسیر نہیں ہیں، بلکہ ایک مکمل اور آزاد انسان ہیں جنہیں اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے کا حق حاصل ہے۔

2. **سماجی اصلاح کی تحریکوں کو تقویت:** ان کے افسانوں نے فرسودہ سماجی رسوم ورواج، صنفی امتیاز پر مبنی قوانین وروایات، طبقاتی ناانصافیوں اور دیگر سماجی برائیوں کے خلاف ایک موثر اور توانا ادبی محاذ قائم کیا۔ اس سے معاشرے میں جاری سماجی اصلاح کی تحریکوں کو نظریاتی اور جذباتی تقویت ملی اور تبدیلی کے لیے ایک سازگار فضا پیدا ہوئی۔
3. **مرد اساس معاشرتی ڈھانچے پر تنقید اور مکالمے کا آغاز:** انہوں نے مرد اساس معاشرے (Patriarchal Society) کی بنیادی اقدار، اس کی داخلی منافقتوں، اور اس کے خواتین پر مرتب ہونے والے منفی اور تباہ کن اثرات پر جراتمندانہ اور مدلل سوالات اٹھائے، جس سے معاشرے میں ان موضوعات پر ایک نئی بحث اور مکالمے کا آغاز ہوا، جو آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے۔
4. **ادبی دنیا میں خواتین کی نمائندگی اور قبولیت میں اضافہ:** ان کی ادبی کامیابیوں اور تخلیقی قد و قامت نے دیگر خواتین کو بھی ادبی میدان میں قدم رکھنے اور اپنی آواز بلند کرنے کی بھرپور ترغیب اور حوصلہ افزائی کی۔ اس سے اردو ادب میں خواتین کی نمائندگی میں نمایاں اضافہ ہوا اور انہیں ایک سنجیدہ اور قابل قدر تخلیق کار کے طور پر تسلیم کیا جانے لگا۔ (مینائی، ۲۰۰۵؛ فاروقی، شائستہ اختر بانو، ۱۹۸۴)۔

خلاصہ کلام یہ کہ بیسویں صدی کی ان اردو افسانہ نگار خواتین نے اپنی تخلیقات کے ذریعے نہ صرف اردو افسانے کو فنی اور فکری اعتبار سے ایک نئی بلندی عطا کی بلکہ انہوں نے معاشرے میں خواتین کے مقام، ان کے حقوق، اور ان کی انسانی خدمات کے حوالے سے ایک انقلابی سوچ اور پائیدار بیداری پیدا کرنے میں بھی ایک تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ ان کی ادبی میراث آج بھی اردو ادب اور برصغیر کی معاشرتی فکر کو متاثر کر رہی ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے مشعلِ راہ بنی رہے گی۔

5. اختتامیہ: نسائی شعور کی بازگشت، سماجی تبدیلی کی امنگ اور مستقبل کی راہیں

اس تحقیقی مقالے میں "بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین: سماجی مسائل اور نسائی شعور کا اظہار" کے موضوع پر ایک جامع اور تنقیدی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہم نے بیسویں صدی کے سماجی و ثقافتی پس منظر، ابتدائی خواتین افسانہ نگاروں کی خدمات، اور بالخصوص عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، اور جیلانی بانو جیسی اہم افسانہ نگاروں کی تخلیقات میں سماجی مسائل کی عکاسی اور نسائی شعور کے متنوع رنگوں کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ ان کے اسلوب، بیانیہ کی تکنیکوں اور ان کی تخلیقات کے ادبی و معاشرتی اثرات کا بھی جائزہ لیا گیا۔ اس مطالعے کی روشنی میں ہم درج ذیل اہم نتائج اخذ کر سکتے ہیں:

الف: اہم نتائج:

1. **سماجی حقیقت نگاری کا عروج:** بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین نے اردو افسانے کو محض تفریحی یا اصلاحی داستانوں کے دائرے سے نکال کر سماجی حقیقت نگاری کے ایک طاقتور وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ انہوں نے اپنے عہد کے سلگتے ہوئے سماجی مسائل، مثلاً صنفی امتیاز، طبقاتی تقسیم، فرسودہ رسوم ورواج، تعلیم نسواں کی کمی، معاشی استحصال، گھریلو تشدد، اور تقسیم ہند کے المیے جیسے موضوعات کو بڑی جرات اور فنکارانہ مہارت سے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔
2. **نسائی شعور کا بھرپور اور متنوع اظہار:** ان خواتین افسانہ نگاروں کی تخلیقات میں نسائی شعور کی مختلف جہتیں نہایت واضح اور پر زور انداز میں سامنے آئیں۔ یہ شعور کہیں عورت کے بنیادی انسانی حقوق کے مطالبے کی صورت میں ہے، کہیں اپنی انفرادی شناخت کی تلاش اور خود مختاری کی خواہش میں، کہیں روایتی سماجی کرداروں سے انحراف اور بغاوت میں، اور کہیں مرد اساس معاشرے کے

دوغلے معیارات اور منافقتوں پر گہری تنقید کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ان کے خواتین کردار محض مظلومیت کی تصویر نہیں، بلکہ اکثر باشعور، جدوجہد کرنے والے اور اپنی تقدیر خود بنانے کی کوشش کرنے والے ہیں۔

3. **اسلوبیاتی تنوع اور فنی پختگی:** ان افسانہ نگاروں نے اپنے اپنے منفرد اسلوب اور بیانیہ کی تکنیکوں کے ذریعے اردو افسانے کو فنی اعتبار سے مالا مال کیا۔ عصمت چغتائی کا بے باک اور حقیقت پسند اسلوب، قرۃالعین حیدر کا دانشورانہ اور تہذیبی بیانیہ، خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور کی سماجی اور نفسیاتی حقیقت نگاری، اور جیلانی بانو کا تہذیبی اور رومانوی انداز، سبھی نے اردو افسانے کے کینوس کو وسیع کیا اور اس میں رنگارنگی پیدا کی۔
4. ادبی روایت پر گہرے اثرات: ان خواتین کی تخلیقات نے اردو ادب میں ایک مضبوط نسائی ادبی روایت کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے نہ صرف اپنے ہم عصر ادیبوں کو متاثر کیا بلکہ آنے والی نسل کی خواتین قلمکاروں کے لیے بھی ایک روشن مثال قائم کی۔ ان کی بدولت اردو افسانے میں خواتین کے تجربات، احساسات اور نقطہ نظر کو ایک مرکزی اہمیت حاصل ہوئی۔
5. **معاشرتی فکر میں تبدیلی کی تحریک:** ان افسانوں نے معاشرے میں خواتین کے مقام اور ان کے حقوق کے حوالے سے ایک نئی سوچ اور بیداری پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے فرسودہ سماجی اقدار پر سوالات اٹھائے، صنفی امتیاز کے خلاف آواز بلند کی، اور خواتین کی تعلیم، معاشی خود مختاری اور سماجی مساوات کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ ان کی تحریریں محض ادبی تخلیقات نہیں، بلکہ سماجی تبدیلی کی ایک توانا تحریک کا حصہ تھیں۔

ب: نسائی شعور کی بازگشت اور سماجی تبدیلی کی امنگ:

بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین کی تخلیقات محض ماضی کا حصہ نہیں ہیں، بلکہ ان میں آج بھی ہمارے لیے ایک گہری معنویت اور رہنمائی موجود ہے۔ ان کے اٹھائے ہوئے سماجی مسائل آج بھی کسی نہ کسی شکل میں ہمارے معاشروں میں موجود ہیں، اور ان کا پیش کردہ نسائی شعور آج بھی خواتین کی آزادی، مساوات اور بااختیاری کی جدوجہد میں ایک اہم حوالہ ہے۔ ان کی کہانیاں ہمیں یہ یاد دلاتی ہیں کہ ادب محض الفاظ کا کھیل نہیں، بلکہ یہ سماجی تبدیلی کا ایک طاقتور ہتھیار بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ان کی تحریروں میں ایک ایسی امنگ اور خواہش موجود ہے جو ایک ایسے معاشرے کا خواب دیکھتی ہے جہاں عورت کو مرد کے برابر انسان تسلیم کیا جائے، اسے اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے بھرپور مواقع ملیں، اور وہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کر سکے۔

ج: مستقبل کی راہیں اور سفارشات:

بیسویں صدی کی ان عظیم خواتین افسانہ نگاروں کی ادبی میراث کو محفوظ رکھنے، اسے نئی نسلوں تک پہنچانے، اور ان کے شروع کیے ہوئے فکری مکالمے کو آگے بڑھانے کے لیے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. **تحقیقی مطالعے کا فروغ:** ان خواتین افسانہ نگاروں کی تخلیقات پر مزید تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ ان کے افسانوں کا مختلف نظریاتی زاویوں (مثلاً تانیثی تنقید، مابعد نوآبادیاتی تنقید، سماجیاتی تنقید) سے مطالعہ کیا جانا چاہیے۔
2. **نصابی شمولیت:** ان کی منتخب تخلیقات کو تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل ان کی ادبی اور فکری اہمیت سے روشناس ہو سکے۔

3. تراجم کے ذریعے عالمی رسائی: ان خواتین افسانہ نگاروں کی اہم تخلیقات کا انگریزی اور دیگر عالمی زبانوں میں معیاری ترجمہ کروا کر انہیں بین الاقوامی سطح پر متعارف کرایا جائے۔
4. **تقابلی مطالعہ**: ان کی تخلیقات کا دیگر ہم عصر مرد افسانہ نگاروں اور دیگر زبانوں کی خواتین افسانہ نگاروں کی تخلیقات سے تقابلی مطالعہ کیا جائے تاکہ ان کی انفرادیت اور اہمیت مزید واضح ہو سکے۔
5. **ڈیجیٹل آرکائیوز کا قیام**: ان کی تخلیقات، ان پر لکھے گئے مقالات، اور ان سے متعلق دیگر مواد کو ڈیجیٹل آرکائیوز کی شکل میں محفوظ کیا جائے تاکہ محققین اور عام قارئین کی ان تک آسان رسائی ممکن ہو سکے۔

حتمی کلام:

بیسویں صدی کی اردو افسانہ نگار خواتین نے اپنی جرات، بصیرت، اور تخلیقی توانائی سے اردو ادب کی تاریخ پر ایک ناقابل فراموش باب رقم کیا۔ انہوں نے نہ صرف اردو افسانے کو نئے موضوعات اور اسالیب سے آشنا کیا بلکہ سماجی جمود کو توڑنے اور نسائی شعور کی شمع روشن کرنے میں بھی ایک کلیدی کردار ادا کیا۔ ان کی تخلیقات آج بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں اور ہمیں ایک ایسے منصفانہ اور مساوی معاشرے کی تشکیل کی ترغیب دیتی ہیں جہاں ہر فرد، بلالحاظِ جنس، اپنی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کر سکے اور ایک باوقار زندگی گزار سکے۔ ان کی ادبی میراث کو زندہ رکھنا اور ان کے پیغام کو عام کرنا ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔

حوالہ جات(Reference):

1) انور سدید، ڈاکٹر۔ (۱۹۹۱). اردو ادب کی تحریکیں: ابتدا سے ۱۹۷۵ء تک. کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان۔
2) بخاری، سہیل، ڈاکٹر۔ (۱۹۸۵). اردو افسانہ نگاری. لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز۔
3) جمیل، جلیبی، ڈاکٹر۔ (۱۹۹۰). تاریخ ادب اردو (جلد چہارم). لاہور: مجلس ترقی ادب۔
4) حسن، محمد، پروفیسر۔ (۲۰۰۶). اردو ادب کی تاریخ (نظر ثانی شدہ ایڈیشن). نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔
5) فاروقی، شائستہ اختر بانو۔ (۱۹۸۴). ڈیولپمنٹ آف اردو فکشن بائے ویمن رائٹرز. لاہور: فیروز سنز۔
6) فاروقی، شمس الرحمن۔ (۲۰۰۹). افسانے کی حمایت میں. دہلی: پینگوئن بکس انڈیا/نئی آواز۔
7) گوپی، رام۔ (۱۹۹۹). انڈین مسلمز: اے پولیٹیکل ہسٹری (۱۸۵۸-۱۹۴۷). بمبئی: ایشیا پبلشنگ ہاؤس۔
8) گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر۔ (۲۰۰۳). اردو افسانہ: روایت اور مسائل. نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔
9) شیریں، ممتاز۔ (۱۹۹۴). معیار. لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز۔
10) مینائی، قمر جہاں، ڈاکٹر۔ (۲۰۰۵). بیسویں صدی میں خواتین کا اردو ادب. نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان۔
11) نقوی، سید محمد عقیل رضوی، ڈاکٹر۔ (۲۰۰۵). اردو افسانہ: بیسویں صدی میں. لاہور: الوقار پبلی کیشنز۔

ڈاکٹر فرحینہ شیرین نصیر الدین

اسسٹنٹ پروفیسر و صدر شعبۂ اردو

ایل۔ پی۔ پاوڑے مہیلہ کالج ورود، ضلع امراوتی، مہاراشٹر

ای میل: farheenashirin95@gmail.com